Al-Azhār

Volume 8, Issue 1 (Jan-June, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/18

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/311

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v8i01.311

Title Comparative review of the peace system

Author (s): Dr. Shabbir Ahmad, Muhammad Rashid and Ulfat Haider Kharani

Received on: 26 June, 2021

Accepted on: 27 May, 2022

Published on: 25 June, 2022

Citation: Dr. Shabbir Ahmad, Muhammad Rashid and Ulfat Haider Kharani, "Construction: Comparative review of the peace system," Al-Azhār: 8 no, 1 (2022): 59-72

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

قضاء اور مصالحت: تقابلی جائزہ

Comparative review of the peace system

*ڈاکٹر شبیر احمد

**محمد راشد

***الفت حیدر خارانی

Abstract

There are two ways to end mutual disputes: (1) reconciliation and decision and (2) reconciliation. From the narrations of the great muhaddithin and the jurists, it is clear that reconciliation is better in many respects than "judgment and judgment" because reconciliation:

** Mutual hatred turns into mutual love and affection.*

• qata rahmi is replaced by ◌̊◌̊ salah rahmi.

** The spirit of forgiveness grows.*

** Protects against litigation costs. Etc. etc.*

While judging:

** The spirit of revenge is created.*

** Emotions of compassion arise.*

** In order to degrade another, one has to commit non-shariah matters.*

Wealth is misused to prolong the case. Etc.

Therefore, the judge should first try to reconcile the parties. Especially if the parties have kinship and kinship, or they belong to the people of knowledge and grace, then the judge must work to delay the decision between them. So that they may reconcile. If they do not agree to reconcile and want to decide, then the judge should decide between them as a last resort.

Keywords: litigation, forgiveness, compassion, prolong, reconcile, kinship.

*اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، بیوٹمز، کوئٹہ

**لیکچرار اسلامیات جامعہ بلوچستان کوئٹہ

***لیکچرار اسلامیات بوائز ڈگری کالج مستونگ بلوچستان

ابتدائیہ

ہر انسان کا اپنا منفرد مزاج و طبیعت ہوتی ہے جس کے باعث بسا اوقات انسانی جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں جس کے منفی اثرات انسان کے معاملات اور تعلقات پر پڑتا ہے اس طرح رشتوں میں کڑواہٹ اور کشید گی پیدا ہو جاتی ہے جو کہ ایک فطری امر ہے، لیکن جب یہ غلط نااتفاقیاں اور نفرتیں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو معاشرے میں عداوت و دشمنی، جنگ و قطع کلامی، قتل و غارت گری کا ماحول پنپنے لگتا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف خوشحال گھرانے تباہ و تاراج ہو جاتے ہیں بلکہ ایک متحد قوم آسانی سے پراگندہ ہو جاتی ہے۔

کسی بھی معاشرہ سے ظلم و زیادتی اور جور و عدوان کو مٹانے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک قضاء جس میں عدالت کے ذریعہ معاشرہ میں پائے جانے والے فتنہ وفساد اور جور و عُدوان کی قلع قمع کی جاتی ہے اور دوسرا طریقہ " مصالحت و ثالثی" ہے جس میں معاشرہ کے بااثر طبقہ چاہے وہ امیر و کبیر ہوں یا علماء و صلحاء، کے ذریعہ باشندگان ملک میں پائی جانے والی دوریوں کو اور خلیج کو پاٹا جاتا ہے۔

نظامِ صلح 'نظامِ قضاء' سے بہتر ہے

غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ دوسرا طریقہ " مصالحت و ثالثی" پہلے طریقے " عدالتی" سے کئی گنا افضل و بہتر ہے اور اس کے اثرات زود اور دیرپا ہیں، اس لیے اسلام جو کہ دین فطرت ہے، نے مصالحت و ثالثی کو مشروع کیا ہے تاکہ معاشرہ میں پائی جانے والی دوریاں کی وسیع خلیج کو پاٹا جاسکے اور منافرت کو مودت سے تبدیل کیا جاسکے۔

قرآن کریم میں ایک مقام پر " صلح" کے لیے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال ہوا ہے :

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (سورة النساء ،4 ، 128)

ترجمہ: یعنی: صلح دیگر طرق و ذرائع سے بہتر و اولیٰ ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ عربی زبان میں اسم تفضیل کا صیغہ غیر کی بنسبت افضلیت کے لیے آتا ہے تو معلوم ہوا کہ صلح کا نظام دوسرے نظاموں سے بہتر و افضل ہے۔

بلوغ المرام کی شرح میں ہے:

الصلح حسنة من الحسنات، وعمل فاضل رتبت عليه الأجور، الصلح بين الناس، تصلح بين اثنين صدقة، والصلح بين الزوجين من أفضل الأعمال، والصلح بين المتخاصمين والمتنازعين كذلك، وجاءت النصوص الصحيحة الصريحة في مدحه

{وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} [(128) سورة النساء] كما قال الله -جل وعلا-، وجاء بذلك أيضاً الأحاديث وهو أنواع، منه ما يكون بين المتنازعين، ومنه ما يكون بين الوالد وولده، وبين الأم وبنتها، وبين الزوج وزوجته، وبين الموظف ومديره، المقصود أن أنواع الشقاق والنزاع كثيرة، ولا يسلم مجتمع منها، بل لا يسلم بيت منه، لا بد من النزاع والشقاق، لكن يعالج بالطرق الشرعية، ويتدخل الأخيار بحله وفصله، لينالوا بذلك الأجر، والثواب من الله -جل وعلا-، الله -جل وعلا- يقول: {وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} [(128) سورة النساء] خير هذه صيغة تفضيل، الأصل فيها أخير، كما أن شر يراد به أشر، فهو أفضل من غيره، وهل في غيره فضل؟ الصلح خير، هو أفضل بلا شك، لكن إذا لم يتم الصلح فالقضاء أيضاً فصل للنزاع بالحق خير، لكن إذا تم الصلح بينهما مع رضاء كل واحد من الطرفين هذا أفضل، وذهب كل واحد سليم الصدر على صاحبه هذا خير.(1)

ترجمہ: صلح نیکیوں میں سے ایک ہے، بہتر عمل ہے جس پر اجر مرتب کیے گئے ہیں، لوگوں میں صلح کرانا صدقہ ہے، زوجین متخاصمین، متنازعین میں صلح کرانا افضل ترین اعمال میں سے ہے، صلح کی فضیلت پر کئی نصوص صریحہ وارد ہوئی ہیں مثلاً یہ والصلح خیر (صلح بہتر ہے) صلح کی کئی انواع ہیں، باہمی نزاع کرنے والوں کے مابین صلح، باپ اور اولاد کے مابین صلح، زوجین میں صلح، مالک و ملازم کے مابین صلح، الغرض نزاع کی کئی انواع ہیں، نزاع سے کوئی معاشرہ ،بلکہ کوئی گھر خالی نہیں ہے، لیکن ضروری ہے کہ شرعی طریقوں سے ان کا ازالہ ہو جائے، ارباب حل وعقد ان کے حل کے لیے کوشش کریں اور ثواب کے مستحق بنیں، فرمان باری تعالی ہے:و الصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے۔ خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کی اصل اخیر ہے جیسا کہ شر اصل میں اشر ہے۔ صلح اپنے غیر اسے افضل ہے، کیا اس کے متبادل میں خیر ہے ؟ صلح کے خیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اگر صلح نہ ہوئی تو حق کے ساتھ فیصلہ بھی خیر ہے، لیکن جب متخاصم فریقین میں باہمی رضامندی سے صلح ہو سکتی ہو تو وہ افضل واولیٰ ہے، ہر ایک خوش دلی سے جائے، یہ افضل ہے (عدالتی فیصلہ کی صورت سے جس میں ایک خوش ہوتا ہے اور دوسرا غم خوردہ)

یہ آیت کریمہ اگرچہ میاں بیوی کے اختلاف کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن یہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، سببِ نزول کا نہیں ہوتا ہے، چنانچہ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے:

(الْمَادَّةُ 3) : الْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَقَاصِدِ وَالْمَعَانِي لَا لِلْأَلْفَاظِ وَالْمَبَانِي"- (2)

ترجمہ: معاملات میں اعتبار مقاصد و معانی کا ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ و حروف کا۔

علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں:

قال الله عز وجل: {لا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاحٍ بَيْنَ النَّاسِ} [النساء: 114] وهذا عام في الدماء والأموال والأعراض، وفي كل شيء يقع التداعي والاختلاف فيه بين المسلمين (3)

ترجمہ: یہ آیت کریمہ دماء (خون) مال، اعراض (عزت و آبرو) اور ہر اس چیز کو شامل ہے جس میں کسی دو مسلمان کا اختلاف و دعویٰ ہو سکتا ہو۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

الْخَامِسَةُ- قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) لَفْظٌ عَامٌّ مُطْلَقٌ يَقْتَضِي أَنَّ الصُّلْحَ الْحَقِيقِيَّ الَّذِي تَسْكُنُ إِلَيْهِ النُّفُوسُ وَيَزُولُ بِهِ الْخِلَافُ خَيْرٌ عَلَى الْإِطْلَاقِ. وَيَدْخُلُ فِي هَذَا الْمَعْنَى جَمِيعُ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الصُّلْحُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَامْرَأَتِهِ في مال أو وطئ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ. (خَيْرٌ) أَيْ خَيْرٌ مِنَ الْفُرْقَةِ، فَإِنَّ التَّمَادِيَ عَلَى الْخِلَافِ وَالشَّحْنَاءِ وَالْمُبَاغَضَةِ هِيَ قَوَاعِدُ الشَّرِّ-(4)

ترجمہ: پانچواں مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے قول والصلح خیر میں لفظِ خیر مطلق و عام ہے جو اس کا مقتضی ہے کہ حقیقی صلح جس سے نفوس کو سکون ملتا ہو، اور اختلاف زائل ہوتا ہو، علی الاطلاق بہتر ہے اور اس کے ذیل میاں بیوی کے درمیان واقع ہر صلح داخل ہوتی ہے چاہے وہ مال کے بارے میں ہو وطئ و صحبت کے بارے میں، بہتر ہے یعنی جدائی سے بہتر ہے کیونکہ اختلاف، باہمی حسد و کینہ پر اڑے رہنا برائی کی بنیاد ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ باہم صلح کرانے کے لیے دو حکموں کے بھیجے کی یہ تجویز صرف میاں بیوی کے جھگڑوں میں محدود نہیں، بلکہ دوسرے نزاعات میں بھی اس سے کام لیا جاسکتا ہے اور لینا چاہئے، خصوصاً جب کہ جھگڑنے والے آپس میں عزیز و رشتہ دار ہوں، کیونکہ عدالتی فیصلوں سے وقتی جھگڑا تو ختم ہو جاتا ہے، مگر وہ فیصلے دلوں میں کدورت و عداوت کے جراثیم چھوڑ جاتے ہیں جو بعد میں نہایت ناگوار شکلوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں"۔(5)

جھگڑا کرنے والوں کو صلح کی تلقین کرنی چاہئے:

کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی خصومت کرنے والوں کو 'باہم صلح' کرنے کی تلقین کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، تَقُولُ: سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الآخَرَ، وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لاَ أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَيْنَ المُتَأَلِّي عَلَى اللَّهِ، لاَ يَفْعَلُ المَعْرُوفَ؟»، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَهُ أَيُّ ذَلِكَ أَحَبَّ-(6)

ترجمہ: سیدہ عمرہ بنت عبدالرحمن، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جھگڑے والوں کی آوازیں دروازے پر سنیں جو بلند ہو رہی تھیں ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ مہربانی کر کے کچھ قرض معاف کر دے اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ واللہ میں نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کہاں ہے وہ شخص جو اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں نیکی نہیں کروں گا؟ اس نے عرض کیا میں ہوں یارسول اللہ اور میرا ساتھی جو چاہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔

اس پر امام بخاری نے باب باندھا ہے: هل يشير الامام بالصلح (کیا امام صلح کا مشورہ دے سکتے ہیں) اس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام / قاضی کو چاہئے کہ فریقین کو صلح کا مشورہ دے کیونکہ مذکورہ حدیث میں آنحضرت نے ایک فریق کو آدھا دین معاف کرنے کا مشورہ دیا۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهَذَا الْأَمْرِ الْوَاقِعِ مِنْهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْإِرْشَادُ إِلَى الصُّلْحِ وَالشَّفَاعَةِ فِي تَرْكِ بَعْضِ الدَّيْنِ، وَفِيهِ فَضِيلَةُ الصُّلْحِ وَحُسْنُ التَّوَسُّطِ بَيْنَ الْمُتَخَاصِمَيْنِ- (7)

ترجمہ: اس قول سے مراد آنحضرت ﷺ کا ان کو صلح کرانے کا مشورہ دینا اور قرض میں کمی کرنے کی شفارش کرنا ہے۔ اس سے صلح کی فضیلت اور جھگڑنے والوں کے درمیان پڑنے کی اچھائی بھی معلوم ہوتی ہے۔

مجلۃ فقہ اسلامی میں ہے:

والتحقيق أن الصلح يرد عليه الأحكام الخمسة من الوجوب، والندب، والكراهة والحرمة والإباحة، قال العلامة ابن عرفة: "وهو – أي الصلح– من حيث ذاته مندوب إليه، وقد يتعين وجوبه عند تعيين مصلحة، وحرمته وكراهته، لا تلزمه مفسدة واجبة الدرء، أو راجحته" (1) ، قال الخطابي: "وقد نقل بعض عن بعض قضاة طرابلس جبر الخصوم والتزامهم بالصلح" (2) .

وقد كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يفضل رد الخصوم إلى الصلح ويأمر ولاته بذلك، فقال: "ردوا الخصوم يصطلحوا، فإن فصل القضاء يورث الضغائن بني الناس" (3) .فتبين من قول ابن عرفة أن الصلح قد يصبح واجبًا إذا تعينت المصلحة لذلك، كما يفهم من قول عمر رضي الله عنه أولوية الصلح، وأن اللجوء إلى القضاء يأتي بعد اليأس من التصالح، بل إن القاضي يندب له أن يرد الخصوم إلى الصلح، فإن لم يصطلحوا يفصل بينهم؛ وذلك لأن فصل القضاء قد يؤدي إلى اللجوء إلى وسائل غير مشروعة وشهادات زور وغير ذلك عندما تأخذ الخصم العزة بالإثم، إضافة إلى أنه يؤدي إلى الأحقاد والضغائن، في حين أن التصالح يؤدي إلى التآلف- (8)

ترجمہ: تحقیق یہ ہے کہ صلح کی بھی پانچ قسمیں ہو جاتی ہیں یعنی: واجب، مندوب، مکروہ، حرام اور مباح۔ علامہ ابن عرفہ نے فرمایا کہ صلح اپنی ذات کے اعتبار سے مستحب ہے، لیکن کبھی کبھار مصلحت کے پیش نظر واجب ہو جاتی ہے بشر طیکہ کہ اس کو ایسا مفسدہ (خرابی) لاحق نہ ہو جس کو ہٹانا واجب ہو یا اس مصلحت سے راجح و قوی ہو۔ خطابی نے کہا کہ طرابلس کے بعض قاضیوں سے متنازع فریقین کو صلح پر مجبور کرنا بھی منقول ہے (یعنی جبراً اور بزور عدالت ان کو صلح کرانے پر مجبور کیا جاتا تھا)۔ عمر بن خطاب بھی متخاصم کو صلح کا کہتے تھے اور اپنے گورنروں کو اس طرح کرنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ آپ کا فرمان ہے: نزاع کرنے والوں کو لوٹا دو تاکہ وہ باہم صلح صفائی کر لیں کیونکہ فیصلہ سے لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ ابن عرفہ کے قول سے معلوم ہوا کہ اگر مصلحت داعی ہو تو صلح واجب ہو جاتی ہے، عمر فاروق کے قول سے معلوم ہوا کہ صلح 'فیصلہ' سے بہتر و اولیٰ ہے، نیز یہ بھی اگر باہمی مصالحت سے مایوسی ہوئی تو فیصلہ کو اختیار کیا جائے گا (اس سے پہلے نہیں) قاضی کے لیے مستحب ہے اولاً فریقین میں صلح کرائے، اگر صلح پر راضی نہ ہوئے تو ان میں فیصلہ کرے کیونکہ فیصلہ کئی غیر شرعی امور کا موجب سکتا ہے یعنی اس میں جھوٹی گواہی کا امکان ہے، اس

پر مستزاد یہ کہ اس کی وجہ سے فریقین میں باہمی منافرت، حسد و کینہ بھی پیدا ہوتا ہے جبکہ صلح باہمی محبت و
مودت کا موجب (جو کہ اسلامی رشتہ مواخات کا اولین تقاضا ہے)

فریقین کو صلح پر مجبور کرنے کی گنجائش ہے:

نہ صرف یہ کہ قاضی صلح کا مشورہ دے سکتے ہیں، بلکہ فقہاء کرام نے جو کہ شریعت کے نبض شناس ہیں، آداب قضاء میں سے اس کو شمار کیا ہے کہ قاضی کو چاہئے کہ سب سے پہلے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔ قاضی طرابلسیؒ لکھتے ہیں:

وَإِذَا أُشْكِلَ عَلَى الْقَاضِي وَجْهُ الْحَقِّ أَمَرَهُمْ بِالصُّلْحِ، فَإِنْ تَبَيَّنَ لَهُ وَجْهُ الْحُكْمِ فَلَا يَعْدِلُ إلَى الصُّلْحِ وَلْيَقْطَعْ بِهِ، فَإِنْ خَشِيَ مِنْ تَفَاقُمِ الْأَمْرِ بِإِنْفَاذِ الْحُكْمِ بَيْنَ الْمُتَخَاصِمَيْنِ أَوْ كَانَا مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ أَوْ بَيْنَهُمَا رَحِمٌ أَقَامَهُمَا وَأَمَرَهُمَا بِالصُّلْحِ.وَقَدْ أَقَامَ بَعْضُ قُضَاةِ الْعَدْلِ مِنْ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ رَجُلَيْنِ مِنْ صَالِحِي جِيرَانِهِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَقَالَ: اُسْتُرَا عَلَى أَنْفُسِكُمَا وَلَا تُطْلِعَانِي عَلَى سِرِّكُمَا.وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: رُدُّوا الْقَضَاءَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ حَتَّى يَصْطَلِحُوا، فَإِنَّ فَصْلَ الْقَضَاءِ يُورِثُ الضَّغَائِنَ.قَالَ بَعْضُهُمْ: إنَّمَا يَجُوزُ لِلْقَاضِي أَنْ يَأْمُرَ بِالصُّلْحِ إذَا تَقَارَبَ الْحُجَّتَانِ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ غَيْرَ أَنَّ أَحَدَهُمَا يَكُونُ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ الْآخَرِ، أَوْ تَكُونُ الدَّعْوَى فِي أُمُورٍ دَرَسَتْ وَتَقَادَمَتْ وَتَشَابَهَتْ(9)

ترجمہ: جب معاملہ مشتبہ ہو تو قاضی فریقین کو صلح کا حکم دے، اگر معاملہ واضح ہو تو صلح کی طرف رجوع نہ کرے، بلکہ اس ک ئے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر قاضی کو فیصلہ سے معاملہ کے بگڑنے کا ڈر ہو، یا دونوں اہل فضل میں سے ہوں، یا باہم رشتہ دار ہوں، تو قاضی ان کو بلا کر صلح کا حکم دے۔ صدرِ اول کے بعض منصف قضاۃ نے اپنے عادل پڑوسیوں کو اپنی عدالت میں بلا کر کہا کہ: اپنے عیوب چھپایئے، اپنے عیبوں سے مجھے مطلع نہ کریں (یعنی خود صلح کرو ،مجھے فیصلہ پر مجبور نہ کرو، فیصلہ کی وجہ سے تفتیش کرانی پڑئے گی جس سے تمہارے عیوب میرے سامنے آشکارہ ہو جائیں گے)امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ فرماتے تھے کہ رشتہ داروں فیصلہ نہ کرو کیونکہ فیصلہ سے ان میں کدورت بڑھ جائے گی۔ بعض علماء کی رائے ہے

کہ جب فریقین کے دلائل متساوی ہوں اور ان میں سے ایک چالاک ہو، یا معاملہ مشتبہ ہو یا اس پر زمانہ دراز گزر چکا ہو تو قاضی ان میں صلح کرائے۔

اس پر مستزادیہ کہ فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر متخاصمین رشتہ دار ہوں یا اہل علم وفضل ہوں یا مقدمہ پر زمانہ دراز گذر چکا ہو تو قاضی کو چاہئے کہ ان میں فیصلہ نہ کرے، بلکہ ان کو باہم صلح کرنے کا کہے۔ تبصرۃ الحکام میں ہے:

"وَفِي " الْمُتَيْطِيَّةِ " إذَا أَشْكَلَ عَلَى الْقَاضِي وَجْهُ الْحَقِّ أَمَرَهُمْ بِالصُّلْحِ فَإِنْ تَبَيَّنَ لَهُ وَجْهُ الْحُكْمِ فَلَا يَعْدِلُ إلَى الصُّلْحِ وَلْيَقْطَعْ بِهِ، فَإِنْ خَشِيَ مِنْ تَفَاقُمِ الْأَمْرِ بِإِنْفَاذِ الْحُكْمِ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ أَوْ كَانَا مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ أَوْ بَيْنَهُمَا رَحِمٌ أَقَامَهُمَا وَأَمَرَهُمَا بِالصُّلْحِ، وَقَدْ أَقَامَ سَحْنُونٌ رَجُلَيْنِ مِنْ صَالِحِي جِيرَانِهِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَقَالَ أُسْتُرَا عَلَى أَنْفُسِكُمَا وَلَا تُطْلِعَانِي عَلَى سِرِّكُمَا.وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – رَدِّدُوا الْقَضَاءَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ حَتَّى يَصْطَلِحُوا فَإِنَّ فَصْلَ الْقَضَاءِ يُورِثُ الضَّغَائِنَ(10)

ترجمہ: متیطیہ (کتاب) میں ہے کہ جب حق مشتبہ ہو تو قاضی ان کو باہم صلح کرنے کا مشورہ دے، اگر حق واضح ہے تو صلح کی طرف توجہ نہ دے۔ اگر فیصلہ سے معاملہ کے بگڑنے کا اندیشہ ہو، یا دونوں فریقوں کا تعلق اہل علم وفضل سے ہو، یا ان میں قرابت داری ہو تو قاضی ان کو بلا کر باہم صلح کرنے کا حکم دے (ان میں فیصلہ نہ کرے) علامہ سحنون مالکیؒ نے اپنے پڑوسیوں میں سے دو اہل صلاح وخیر کو اپنی عدالت میں (جس میں انہوں نے مقدمہ دائر کیا تھا) بلا کر کہا کہ: اپنے عیوب چھپایئے، اپنے عیوب پر مجھے مطلع نہ کیا کریں یعنی باہم صلح کرلیں مجھے تفتیش نہ کرانی پڑے جس سے تمہارے چھپے عیوب ظاہر ہوسکتے ہیں) عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذی رحم محرم کو فیصلے کیے بغیر لوٹا دو تاکہ وہ باہم صلح کرلیں کیونکہ فیصلہ کرنے سے کدورت پیدا ہوتی ہے۔

قاضی ابن الشحنہؒ نے ملحقات کے حوالہ سے لکھاہے کہ فیصلہ میں تاخیر کی گنجائش صرف رشتہ داروں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر قاضی کو چاہئے کہ ہر مقدمہ میں صلح کی امید کی خاطر فیصلہ میں تاخیر کرے، چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

وَفِي المحلقات وَإِذا اخْتصم إِلَى القَاضِي اخوة أَو بَنو أعمام يَنْبَغِي لَهُ أَن يدافعهم قَلِيلا وَلَا يعجل بِالْقضَاءِ بَينهم لَعَلَّهُم يصطلحون لِأَن الْقَضَاء إِن وَقع بِحَق فَرُبمَا يَقع سَببا

للعداوة بينهم كَذَا ذكر هُنَا وَهَذَا لَا يخْتَص بالأقارب بل يَنْبَغِي أَن يفعل ذَلِك أَيْضا إِذا وَقعت الْخُصُومَة بَين الْأَجَانِب لِأَن مر الْقَضَاء يُورث الضغينة فيحترز عَنهُ مَا أمكن انْتهى- (11)

ترجمہ: ملحقات میں ہے کہ اگر بھائی اور ان کے چچازاد دعویٰ کریں تو قاضی کو چاہئے کہ ان کو تھوڑی دیر کے لیے روکدے، جلدی سے ان میں فیصلہ نہ کردے شاید باہم صلح کرنے پر راضی ہو جائیں کیونکہ فیصلہ درست ہی کیوں نہ ہو، کبھی کبھار ان میں عداوت پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

(لیکن) یہ صلح کی امید کے پیش نظر فیصلہ میں تاخیر کرنے کی گنجائش صرف اقارب (قریبی رشتوں) کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ اگر اجانب (جن میں کوئی رشتہ داری نہ ہو) میں کوئی خصومت ونزاع ہو تو قاضی کو چاہئے کہ ان میں فیصلہ کرنے کے لیے جلد بازی سے کام نہ لے، کیونکہ فیصلہ باہم کینہ وحسد پید کرتا ہے، لھذا جتنا ممکن ہو، اس سے بچا جائے۔

باقی یہ کہنا کہ صلح کی صورت میں عدل نہیں ہے، بلکہ اس میں صاحبِ حق کا نقصان ہے تو عرض یہ ہے کہ صلح بھی عدل ہی کی ایک قسم ہے۔ علامہ ابن رجبؒ لکھتے ہیں:

وَالْعَدْلِ بَيْنَ النَّاسِ، إِمَّا فِي الْحُكْمِ بَيْنَهُمْ، أَوْ فِي الْإِصْلَاحِ. (12)

ترجمہ: لوگوں میں انصاف کرنے کی دو صورتیں ہیں: (1) ان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے (2) ان میں صلح کرانا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ ابن منیر سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ بن الْمُنِيرِ تَرْجَمَ عَلَى الْإِصْلَاحِ وَالْعَدْلِ وَلَمْ يُورِدْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ إِلَّا الْعَدْلَ لَكِنْ لَمَّا خَاطَبَ النَّاسَ كُلَّهُمْ بِالْعَدْلِ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ فِيهِمُ الْحُكَّامَ وَغَيْرَهُمْ كَانَ عَدْلُ الْحَاكِمِ إِذَا حَكَمَ وَعَدْلُ غَيْرِهِ إِذَا أَصْلَحَ وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِصْلَاحُ نَوْعٌ مِنَ الْعَدْلِ فَعَطْفُ الْعَدْلِ عَلَيْهِ من عطف الْعَام على الْخَاص(13)

ترجمہ: ابن منیرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے عنوان تو اصلاح اور عدل کا قائم کیا ہے، مگر حدیث وہ لائے ہیں جس میں صرف اصلاح کا ذکر ہے، لیکن چونکہ سب کو عدل کے ساتھ مخاطب کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ لوگوں میں حکام بھی ہوتے ہیں اور رعایا۔ حاکم کا عدل یہ ہے کہ وہ فیصلہ میں انصاف کرے اور رعایا اور عوام کا عدل یہ ہے کہ وہ باہم صلح کرائیں۔

دوسرے علماء کا کہنا یہ ہے کہ اصلاح بھی عدل کی ایک قسم ہے تو عدل کا عطف اصلاح پر عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔

صلح کی امید کے وقت فیصلہ میں تاخیر جائز ہے:

کتب فقہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر فریقین میں صلح کی امید و توقع ہو تو قاضی کو چاہئے کہ فیصلہ کرنے میں تاخیر کرے، چنانچہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ لِلْقَاضِي تَأْخِيرُ الْحُكْمِ بَعْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهِ إلَّا فِي ثَلَاثٍ: الْأُولَى: لِرَجَاءِ الصُّلْحِ بَيْنَ الْأَقَارِبِ. الثَّانِيَةُ: إذَا اسْتَمْهَلَ الْمُدَّعِي. الثَّالِثَةُ إذَا كَانَ عِنْدَهُ رِيبَةٌ- (14)

ترجمہ: شرائط دعویٰ پائے جانے کے بعد صرف تین صورتوں میں قاضی کے لیے فیصلہ کرنے میں تاخیر کی گنجائش ہے:

(1) عزیز و اقارب میں صلح کی امید ہو، (2) مدعی تاخیر کی استدعاء کرے (3) دعویٰ میں شبہ ہو۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صلح 'فیصلہ' سے بہتر ہے ورنہ صلح کی وجہ سے فیصلہ میں تاخیر کی گنجائش نہ ہوتی، نہ صرف فیصلہ میں تاخیر کی گنجائش ہے، بلکہ بہت سے قضاۃ سے یہ منقول ہے کہ وہ فریقین میں جبراً صلح کراتے تھے، چنانچہ مواھب جلیل میں ہے:

(قُلْت) وَنُقِلَ عَنْ بَعْضِ قُضَاةِ طَرَابُلُسَ جَبْرُهُ عَلَيْهِ فَعُزِلَ اهـ. 15)

ترجمہ: میں (مصنف) کہتا ہوں کہ طرابلس کے بعض قضاۃ سے منقول ہے کہ وہ جبراً صلح کراتے تھے جس کی وجہ سے ان کو معزول ہونا پڑا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ محکمۂ قضاء کی مشروعیت کی حکمت یہ ہے کہ معاشرہ میں ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو جائے، کسی کو کسی کے حق پر ناجائز قبضہ کرنے کی جرات و جسارت نہ ہو تو یہ حکمت صلح سے زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ ملک العلماء کاسانیؒ لکھتے ہیں:

وَلَا بَأْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَرُدَّ الْخُصُومَ إلَى الصُّلْحِ إنْ طَمِعَ مِنْهُمْ ذَلِكَ، قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى {وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} [النساء: 128] فَكَانَ الرَّدُّ إلَى الصُّلْحِ رَدًّا إلَى الْخَيْرِ، وَقَالَ سَيِّدُنَا عُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: رُدُّوا الْخُصُومَ حَتَّى يَصْطَلِحُوا فَإِنَّ فَصْلَ الْقَضَاءِ يُورِثُ بَيْنَهُمْ الضَّغَائِنَ فَنَدَبَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - الْقُضَاةَ إلَى رَدِّ الْخُصُومِ إلَى الصُّلْحِ، وَنَبَّهَ عَلَى الْمَعْنَى وَهُوَ حُصُولُ الْمَقْصُودِ مِنْ غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا يَزِيدُ عَلَى مَرَّةٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ

فَإِنْ اصْطَلَحَا، وَإِلَّا قَضَى بَيْنَهُمَا بِمَا يُوجِبُ الشَّرْعُ، وَإِنْ لَمْ يَطْمَعْ مِنْهُمْ الصُّلْحَ لَا يَرُدُّهُمْ إلَيْهِ، بَلْ يَنْفُذُ الْقَضِيَّةَ فِيهِمْ؛ لِأَنَّهُ لَا فَائِدَةَ فِي الرَّدِّ. (16)

ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ قاضی دعویٰ کرنے والوں کو بلا فیصلہ کیے لوٹا دے اگر اس کو فریقین میں باہم صلح کرنے کی امید ہو۔ ارشاد باری ہے: والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے۔ صلح کے لیے ان کو لوٹانا خیر کی طرف لوٹانا ہے ۔ سیدنا عمر فاروق کا قول ہے: خصومت کرنے والوں کو لوٹادو تاکہ وہ باہم صلح وصفائی کر لیں کیونکہ فیصلہ کرنے سے ان میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قاضیوں کو صلح کی استحباب کی ترغیب دی اور ان کو (قضاء وفیصلہ) کی بنیاد سمجھائی۔ وہ ہے مقصود کا حاصل ہونا بغیر کسی کدورت کے (یعنی صلح کرنے سے نزاع بھی ختم ہوتا ہے اور دلوں میں نفرت و کدورت بھی پیدا نہیں ہوتی ہے)

صلح دیرپا فوائد کا حامل ہے:

اگر مسلم معاشرہ کا بالعموم اور برصغیر کا بالخصوص حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو یہ جان کر حیرت کی انتہاء ہوگی کہ عدالتوں سے ڈگری لینے سے نزاعات میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہوتا ہے اور یہ آئے روز مشاہدہ میں آتا ہے کہ عدالتوں کے احاطہ میں قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے اور یوں عدالتی حکم سے ایک اور فتنے کا دریچہ وا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس صلح کی وجہ سے کئی خونی فسادات منٹوں میں حل ہوتے ہیں اور عرصہ دارز سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے باہم شیر وشکر ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ دنیا کی عدالتوں سے بالعموم اور پاکستانی عدالتوں سے بالخصوص اپنا حق لینے کے لیے "دولتِ قارون، عمرِ نوحؑ، اور صبرِ ؑ" کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ صلح میں کوئی خاصا وقت نہیں لگتا ہے، کوئی خرچہ نہیں کرنا پڑتا ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ صلح سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ ان فوائد سے کئی گنا مفید ونافع اور زود اثر ہیں جو فیصلہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً صلح سے :

باہمی نفرت باہمی الفت ومحبت میں بدل جاتی ہے۔

قطع رحمی "صلہ رحمی" سے بدل جاتی ہے۔

عفو و درگزر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

کیس کشی کے خرچوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جبکہ فیصلہ کرنے سے فریقین میں:

انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

قطع رحمی کے جذبات ابھرتے ہیں۔

دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

کیس کو طول دینے کے لیے دولت کا بے جا استعمال ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

الغرض باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں: (1) قضاء و فیصلہ اور (2) صلح و صفائی۔

محدثین عظام اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح 'قضاء و فیصلہ' سے کئی اعتبار سے افضل و بہتر ہے اور قاضی کو چاہئے کو پہلے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔ خاص طور پر اگر فریقین میں قرابت و رشتہ داری ہو، یا ان کا تعلق اصحاب علم و فضل سے ہو تو قاضی پر لازم ہے کہ ان میں فیصلہ کرانے میں تاخیر سے کام لے تاکہ وہ باہم صلح کر لیں۔ اگر وہ باہم صلح کرانے پر رضامند نہ ہوں اور فیصلہ ہی کرنا چاہتے ہوں تو قاضی ان میں فیصلہ کرے۔

خلاصۃ البحث

باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں: (1) قضاء و فیصلہ اور (2) صلح و صفائی۔ محدثین عظام اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح 'قضاء و فیصلہ' سے کئی اعتبار سے افضل و بہتر ہے کیونکہ صلح سے:

باہمی نفرت باہمی الفت و محبت میں بدل جاتی ہے۔

قطع رحمی 'صلہ رحمی' سے بدل جاتی ہے۔

عفو و درگزر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

کیس کشی کے خرچوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جبکہ فیصلہ سے:

انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

قطع رحمی کے جذبات ابھرتے ہیں۔

دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

کیس کو طول دینے کے لیے دولت کا بے جا استعمال ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

اس لیے قاضی کو چاہئے کو پہلے فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔ خاص طور پر اگر فریقین میں قرابت ورشتہ داری ہو، یا ان کا تعلق اصحاب علم وفضل سے ہو تو قاضی پر لازم ہے کہ ان میں فیصلہ کرانے میں تاخیر سے کام لے تاکہ وہ باہم صلح کرلیں۔ اگر وہ باہم صلح کرانے پر رضامند نہ ہوں اور فیصلہ ہی کرنا چاہتے ہوں تو قاضی آخری حربہ کے طور پر ان میں فیصلہ کرے۔

حواشی وحوالہ جات

....

(1) Al-Khudair, Abd al-Karim Ibn Abdullah Ibn Abd al-Rahman Ibn Hamad, Explanation of Buloogh al-Maram by Ibn Hajar al-Asqalani: 12/85, chapter of peace, his book, his library, s.

(2) A committee of scholars, Journal of Judicial Laws, p. 16, the second article in the statement of the total rules of jurisprudence, publisher: Noor Muhammad, Karkhana Tijard Books, Aram Sanbagh, Karachi.

(3) Ibn Rushd, Abu Al-Waleed Muhammad bin Ahmed, (died: 520 AH) Introductions Al-Mumahdat: 2/515, Kitab Al-Solh, What came in Solh, Publisher: Dar Al-Gharb Al-Islami, Edition: First, 1408 AH - 1988 AD

(4)Al-Qurtubi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmed bin Abi Bakr bin Farah (died: 671 AH), the compiler of the provisions of the Qur’an

(5) Mufti Muhammad Shafi’, (published age: 1422/2001) Ma’arif al-Qur’an: 2/405, Dar al-Maaref Karachi No. 14.

(6) Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah, Sahih Al-Bukhari: 3/187, The Book of Peace, Chapter: Does the Imam Refer to Peace, Publisher: Dar Touq Al-Najat, Edition: First, 1422 AH

(7)Al-Shawkani, Muhammad bin Ali bin Muhammad bin Abdullah (deceased: 1250 AH) Neil al-Awtar: 8/319, the chapter on the ruler intercedes for the opponent and seeks mercy for him, publisher: Dar al-Hadith, Egypt, 13 AH edition: 1993 – 14

(8) A committee of scholars, the Islamic Fiqh Council Journal: 12/1568, the reconciliation required to resolve the issue of pumping, and the passage of the five provisions on the reconciliation: (Article: Ali Muhyi al-Din al-Qara Dagio) His book Shamilha Si ڈi. old age)

(9) Al-Tarabulsi, Abu Al-Hassan, Alaa Al-Din, Ali bin Khalil Al-Hanafi (died: 844 AH) Mu'in Al-Hakam regarding what is hesitant between the two opponents of the rulings, p.

(10) Ibn Farhoun, Burhan Al-Din Ibrahim bin Ali bin Muhammad (died: 799 AH) The Rulers' Insight into the Origins of the Judgments and the Curricula of Judgments: 1/43, the fourth chapter in the biography of the Judge in Al-Ahkam, Publisher: Library of the First Colleges Al-Azhar, 1406 ed.

(11) Ibn Al-Shihbah, Ahmed bin Ibrahim, The Tongue of the Rulers fi Ma`rifۃ Al-Ahkam, Chapter One: On the Etiquette of Judgment and Related to It, Quٹ: Taj Kutub Khanah, Q, N, Pg: 4.

(12) Ibn Rajab Zain al-Din Abd al-Rahman bin Ahmad al-Hanbali (died: 795) Jami' al-Ulum and al-Hakam in explaining fifty hadiths from Jami' al-Kalam: 2/85, the twenty-sixth hadith, Publisher: Foundation of the Resala - Beirut, Edition: Seventh, 1422 AH - 2001 AD

(13)Al-Asqalani, Ahmad bin Ali bin Hajar Abu Al-Fadl Al-Shafi'i, Fath Al-Bari, Sharh Sahih Al-Bukhari: 5/309, The Book of Peace, his sayings, "The Chapter on the Excellence of Reconciliation between people and justice between them: 79." Al-Ma`rifa, Beirut

(14) Ibn Najim, Zainuddin bin Ibrahim bin Mohammed, (the deceased: 970 e) Alohberhoalnzair on the doctrine of Abu Hanifa: 1/191, Book of the judiciary and certification suits, different witnesses mind their acceptance, and must be matched to words and meanings only in matters, Publisher: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, Beirut - Lebanon, first edition, 1419 AH - 1999 AD

(15)Al-Hattab Al-Raa'ini, Shams Al-Din Abu Abdullah Muhammad bin Muhammad bin Abdul Rahman Al-Tarabulsi Al-Maghribi, (died: 954 AH) Mawahib Al-Jalil, Explanation of Mukhtar Khalil: 5/80, Bab Al-Solh, Publisher: Dar Al-Fikr, Beirut, Edition: Third, 1412 AH - 1992 AD.

(16)Al-Kasani, Aladdin, Abu Bakr bin Masoud bin Ahmed Al-Hanafi (died: 587 AH) Badaa' al-Sana'i in the order of the laws: 7/13, Kitab al-Solh, Publisher: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, Edition: Second, 1406 AH - 1986 AD